27

اپنی اصلاح کرو تا تمہاری اصلاح سے دوسروں کی بھی اصلاح ہو

(فرمودہ 10 نومبر 1950ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''نومبر کا تیسرا حصہ گزر چکا ہے اور دسمبر کی بیس تاریخ کو جلسہ سالانہ کے لئے مہمان آنے شروع ہو جاتے ہیں لیکن جہاں تک مجھے علم ہے اِس وقت تک صدر انجمن احمدیہ کی طرف سے مہمانوں کے ٹھہرانے کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔ جہاں تک محلوں کی گنجائش کا سوال ہے زیادہ سے زیادہ دو ہزار مہمان ٹھہرائے جا سکتے ہیں۔ لیکن گزشتہ سال مہمان کوئی چھبیس ستائیس ہزار تھے اور اس سال غالب گمان کیا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی حوادث روک نہ بنے تو تیس چالیس ہزار کے درمیان مہمان آئیں گے۔ لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے جتنے مہمانوں کی آمد کی امید ہے اس کا ساتواں یا آٹھواں حصہ یہاں گنجائش ہے اور جہاں تک حالات کا مجھے علم ہے ایک ماہ میں اتنی عمارتیں کہ جن میں تیس چالیس ہزار مہمان ٹھہرائے جا سکیں تیار کی جانی ناممکن ہیں۔ کیونکہ اول تو ہمارے پاس راج اور مزدور کم ہیں پھر دوسری عمارتیں بننی شروع ہو گئی ہیں اور جو راج اور مزدور یہاں ہیں وہ ان پر لگے ہوئے ہیں۔ اگر انہیں وہاں سے ہٹا لیا جائے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ جب مہمان یہاں پہنچیں گے تو وہ دیکھیں گے کہ 1949ء میں جہاں جماعت تھی وہیں اب بھی کھڑی ہے اور ربوہ کو بسانے کے لئے کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ اور اگر ان معماروں اور مزدوروں کو وہاں لگا رہنے دیں تو سوائے اِس کے اور کوئی چارہ نہیں کہ

جلسہ سالانہ کو ملتوی کر دیں کیونکہ وہ ہماری غفلت اور شامتِ اعمال کی وجہ سے دسمبر میں نہیں ہو سکے گا اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں نہایت ہی خطرناک ہیں اور جماعت کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچانے والی ہیں۔

میں حیران ہوں کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ کسی کی آنکھیں کھلی ہوئی ہوں اور پھر اس سے ایسی حرکات سرزد ہوں۔ مہمانوں کے لئے غلے خریدے جا رہے ہیں، گوشت کے ٹھیکے ہو رہے ہیں، گھی مہیا کیا جا رہا ہے لیکن کھانے والوں کا خیال ہی نہیں کہ وہ رہیں گے کہاں۔ اور اگر وہ رہیں گے نہیں تو وہ کھائیں گے کیوں۔ پس یہ ایک نہایت ہی خطرناک صورت ہے۔ لیکن ابھی میں یہ اعلان نہیں کرنا چاہتا کہ جلسہ سالانہ دسمبر میں نہیں ہو گا۔ ابھی میں مقامی لوگوں کو تحریک کرتا ہوں کہ وہ اپنے تمام کام چھوڑ کر مہمانوں کے لئے جگہ مہیا کریں۔ جس کے مہیا کرنے میں صدر انجمن احمدیہ نے مجرمانہ غفلت کا ثبوت دیا ہے۔ پچھلے سال سولہ ہزار روپے کی لاگت سے جو بیرکیں بنائی گئی تھیں ان میں پندرہ سولہ ہزار مہمانوں کی گنجائش تھی بلکہ اٹھارہ ہزار کا اندازہ تھا اگر ان کے لئے دو پہرہ دار مقرر کر دیئے جاتے تو پندرہ سولہ ہزار روپیہ بچ جاتا۔ لیکن صدر انجمن احمدیہ نے ان پر کوئی پہرہ دار مقرر نہیں کیا اور اب جو بعض مواقع پر مجھے اُس طرف جانا پڑا تو میں نے دیکھا کہ وہ سب کی سب منہدم ہو چکی ہیں۔ دو پہرہ داروں پر کوئی آٹھ نو سو روپیہ سالانہ خرچ آنا تھا لیکن کُجا آٹھ نو سو روپیہ اور کُجا سولہ ہزار روپیہ کی ایک بڑی رقم۔ گویا اگر صدر انجمن احمدیہ دو پہرہ دار مقرر کر دیتی تو پانچ فیصدی رقم خرچ کر کے سولہ ہزار روپیہ بچایا جا سکتا تھا۔ بہر حال جب کوئی چیز بنائی جاتی ہے اُس کی حفاظت پر اگر پہرہ دار لگا دیئے جائیں تو کوئی بے وقوف ہی ہو گا جو کہے اُس کی حفاظت کے لئے کیوں پہرہ دار مقرر کئے گئے ہیں۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اگر چار پہرہ دار بھی مقرر کئے جاتے تو یہ خرچ نقصان کی نسبت بہت کم ہوتا اور اس خرچ کے ضروری ہونے پر کوئی شخص اعتراض نہ کرتا۔ لیکن اب سولہ ہزار روپیہ میں سے ایک ہزار روپیہ کی بچت نکل آئے تو نکل آئے باقی رقم سب ضائع چلی گئی ہے۔ لیکن اگر اس رقم کو ضائع بھی سمجھا جائے تب بھی یہ بات نہایت خطرناک ہے کہ ابھی تک مہمانوں کی رہائش کی کوئی صورت نہیں۔ صدر انجمن احمدیہ نے ابھی تک صرف اتنا کام کیا ہے کہ قاضی محمد عبد اللہ صاحب ناظر ضیافت نے صدر انجمن احمدیہ کو لکھا کہ مہمانوں کی رہائش کے انتظامات کے لئے ایک سب کمیٹی مقرر کر دی جائے۔ حالانکہ کام سر پر ہے اور اب عمارتیں بنانے کا سوال ہے سب کمیٹی بنانے کا سوال نہیں۔ خرید اشیاء تو دو تین دن میں بھی ہو سکتی

ہے لیکن دو تین دن میں عمارتیں نہیں بنائی جا سکتیں۔ بہر حال قاضی صاحب نے لکھا کہ اس کے لئے سب کمیٹی بنائی جائے اور صدر انجمن احمدیہ سات آٹھ دن کے بعد قاضی صاحب کے سوال کا جواب یہ دیتی ہے کہ قاضی صاحب وہ کمیٹی خود ہی مقرر کر دیں۔ پھر سات آٹھ دن کے بعد قاضی صاحب یہ جواب دیتے ہیں کہ نہیں کمیٹی صدر انجمن احمدیہ مقرر کرے۔ اور خیال کیا جاتا ہے کہ ایک دن الٰہ دین کا چراغ آئے گا اور اسے مَل کر ہم کہہ دیں گے کہ عمارت کھڑی کر دو اور جنّ وہ عمارت کھڑی کر دے گا۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے گزشتہ سال اِن دنوں عمارتیں شروع ہو گئی تھیں لیکن جتنی تجویز تھی اُس سے نصف کے قریب بنی تھیں۔ اُس وقت سارے معمار اور مزدور فارغ تھے وہ سارے کام پر لگ گئے تھے لیکن اب جو معمار اور مزدور یہاں ہیں وہ دوسری عمارتوں پر لگے ہوئے ہیں۔ پھر اُس وقت کچی اینٹ تیار کرنے کا ایک بڑا محکمہ مقرر تھا اور اِس وقت وہ محکمہ موجود نہیں۔ گویا دوبارہ نئے سرے سے انتظام کرنا ہوگا۔ کچھ دنوں تک صدر انجمن احمدیہ کہہ دے گی کہ ایک آدمی سانچوں کے لئے گیا ہے۔ پھر کہہ دے گی کہ ایک آدمی پتھیرے تلاش کرنے گیا ہے۔☆ پھر جب یکم دسمبر آ جائے گی تو کہہ دیں گے افسوس ہے باوجود کوشش کے کوئی انتظام نہیں ہو سکا۔ اس لئے جلسہ سالانہ دسمبر کی تاریخوں میں نہ کیا جائے۔ لیکن اگر وہ جلسہ سالانہ کا انتظام دسمبر میں نہیں کر سکیں گے تو مارچ میں کہاں انتظام کریں گے۔

اب یہی صورت ہے کہ ربوہ کا ہر ساکن اپنے آپ کو معمار اور مزدور سمجھ لے اور جس طرح مکھیاں آپس میں مل کر چھتّا تیار کر لیتی ہیں وہ سارے کے سارے مل کر کام کریں اور عمارتیں کھڑی کر دیں۔ فرقان فورس کے والنٹیئرز نے خود محنت کر کے اپنے رہنے کے لئے مکان بنا لئے ہیں اور اب بھی انہوں نے مجھے تحریر کیا ہے کہ اگر انہیں زمین مل جائے تو وہ خود مکان بنا لیں گے۔ اگر اِس رنگ میں یہ کام ہو تو ممکن ہے کام ہو جائے اِس کے علاوہ مجھے اور کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ لیکن اگر ربوہ کا ہر ساکن اس کام پر لگ جائے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ نہ لیکچرار اپنا لیکچر تیار کر سکیں گے اور نہ دفاتر میں کام کرنے والے کسی چندہ کی تحریک کر سکیں گے۔ دو ماہ عملہ معطّل ہو کر عمارتوں کے کام میں لگا رہے گا۔ مگر مایوس ہو کر بیٹھنا چونکہ اس سے بھی زیادہ حماقت ہے۔ پس یہاں کی جماعت کو بہر حال اس طرف توجہ کرنی چاہیے اور اپنے فرض کو سمجھتے ہوئے اِس کام کو اپنے تمام کاموں پر مقدم کر لینا چاہیے۔

☆ عملاً اس خطبہ کے بعد جب عمارتوں کی طرف توجہ ہوئی تو ایسا ہی ہوا

اِسی طرح میں باہر کی جماعتوں کو بھی توجہ دلاتا ہوں کہ اگر اس طرح زور لگا کر کام کیا گیا تو خرچ زیادہ ہوگا وہ اپنا چندہ بڑھائیں۔ اگر جماعت اپنی ماہوار آمد کا دس فیصدی چندہ بھی دے تو ڈیڑھ لاکھ روپیہ چندہ جلسہ سالانہ بنتا ہے لیکن آمد صرف پچاس ہزار ہوتی ہے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ جلسہ سالانہ کے کم سے کم چندہ میں سے بھی جماعت تیسرا حصہ چندہ دیتی ہے۔ یہ چیز بہت خطرناک ہے۔ جو کام کرنا ہے وہ آخر ہم نے ہی کرنا ہے اس لئے بیرونی جماعتوں کو بھی اس طرف توجہ کرنی چاہیے۔ وہ اپنے فرض کو مدنظر رکھتے ہوئے چندہ مقررہ شرح سے ادا کریں اور اسے جلد سے جلد ادا کریں کیونکہ اگر روپیہ وقت پر نہ آیا تو یہ کام نہیں ہو سکے گا۔ میرا یہ تجربہ ہے کہ جو شخص جلسہ سالانہ تک چندہ نہیں دیتا وہ پھر کبھی نہیں دیتا۔ وہ یہ نہیں دیکھتا کہ اس کی ذمہ داری کیا ہے بلکہ وہ یہ دیکھتا ہے کہ اس کی ذمہ داری کونسی تاریخ تک ہے۔

میں نے تحریک جدید کے متعلق بھی دیکھا ہے کہ اِدھر 30 نومبر ہوئی اور لوگوں نے کہہ دیا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اب تو سال گزر گیا اب ہمیں چندہ نہیں دینا پڑے گا۔ پھر ایک تحریک ہو جاتی ہے اور وہ بقایا اُسی طرح چلا جاتا ہے۔ تحریک جدید دفتر دوم کا اندازہ لگایا جائے تو ہر سال چالیس ہزار روپیہ کے قریب ایسی رقم نکلے گی جو واجبُ الادا ہوگی۔ اگر کسی نے وعدہ کیا ہے تو اسے سمجھنا چاہیے کہ اگر میں نے وعدہ وقت پر ادا نہ کیا تو مجھے اللہ تعالیٰ کے حضور شرمندہ ہونا پڑے گا لیکن اگر یہ خیال نہ ہو تو وعدہ کی ادائیگی مشکل ہے۔ دو لاکھ روپیہ سے زیادہ رقم اب تک بقایا چلی آ رہی ہے اور کسی نے اسے چھوا تک نہیں۔ ایک سال تک غلطی ہوئی اور وہ گزر گیا، دوسرے سال غلطی ہوئی اور وہ گزر گیا، تیسرے سال غلطی ہوئی اور گزر گیا۔ اسی طرح چھ سال ہو گئے لیکن کسی کو خیال پیدا نہیں ہوا کہ اس نے ابھی پہلے سال کا بقایا ادا نہیں کیا، اُس نے ابھی دوسرے سال کا بقایا ادا نہیں کیا، اُس نے ابھی تیسرے سال کا بقایا ادا نہیں کیا، اس نے ابھی چوتھے سال کا بقایا ادا نہیں کیا، اس نے ابھی پانچویں سال کا بقایا ادا نہیں کیا۔ انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ 30 نومبر کی تاریخ گزر گئی اب چندہ کیا دینا ہے۔ گویا ان کا تعلق خدا تعالیٰ سے نہیں 30 نومبر سے ہے۔ اگر خدا تعالیٰ سے انہوں نے وعدہ کیا ہوتا تو وہ کہتے آخر ایک دن ہم نے خدا تعالیٰ کے سامنے جانا ہے وہاں ہم کیا جواب دیں گے۔ کیا ہم یہ جواب دیں گے کہ ہم نے تجھ سے ایک وعدہ کیا تھا جو پورا نہ کیا؟ زندہ خدا سے جو تعلق رکھتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ خواہ وعدہ پورا کرنے کی تاریخ گزر جائے وہ بہرحال

واجبُ الادا ہے۔ اور جو تاریخوں کا غلام ہوتا ہے تاریخ گزرنے پر وہ سمجھتا ہے کہ اس کے ذمہ جو فرض تھا وہ ادا ہو گیا۔

یہی حال میں نے جلسہ سالانہ کا دیکھا ہے۔ جو لوگ جلسہ سالانہ تک چندہ دے دیتے ہیں دے دیتے ہیں اور جو نہیں دیتے وہ سمجھتے ہیں کہ چُھٹی ہو گئی۔ پس چندہ جلسہ سالانہ دس فیصدی کے حساب سے جلسہ سالانہ سے قبل ادا کرنا چاہیے ورنہ ایمان کی کمزوری اس طرف لے جائے گی کہ چلو تاریخ مقررہ تو گزر گئی اب چندہ کیسا۔

میں صدر انجمن احمدیہ کو بھی کہتا ہوں کہ وہ مجھے تفصیلی جواب دے کہ وہ کونسے امکانی ذرائع ہیں جن سے اس تھوڑے سے وقت میں سارا انتظام ہو جائے گا۔ اگر ہم تیس ہزار مہمانوں کا اندازہ رکھیں تو اس کے معنے ہیں کہ ہمیں تین لاکھ ساٹھ ہزار فٹ کورڈ ایریا (Covered Area) چاہیے۔ پھر کھانے پکانے کی جگہ چاہئے۔ اتنا کورڈ ایریا (Covered Area) وہ کہاں سے مہیا کریں گے؟ لیکن میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ وہ خیموں کی تجاویز پیش نہ کریں کیونکہ اول تو خیموں کی تجویز ایک جاہل ہی پیش کر سکتا ہے اتنے خیمے ملیں گے کہاں سے؟ 12x12 کے خیمے میں 13 آدمی آتے ہیں۔ دس بیس ہزار آدمی کے لئے اڑھائی ہزار خیمہ چاہیے۔ پس صدر انجمن احمدیہ بے سوچے سمجھے یہ نہ کہہ دے کہ وہ خیمے منگوالیں گے کیونکہ اس کے معنے ہیں کہ وہ اڑھائی ہزار خیمے منگوالیں گے۔ اتنے خیمے تو گورنمنٹ بھی مہیا نہیں کر سکتی سوائے اِس کے کہ وہ فوج کے تمام خیمے جمع کرلے۔ یہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ بعض دفعہ انسان بغیر سوچے سمجھے کسی بات کا مشورہ دے دیتا ہے۔ پچھلی دفعہ پانچ ہزار مہمانوں کی رہائش کے لئے خیموں کا انتظام کرنے کے لئے کہا گیا تھا سیکرٹری صاحب تعمیر نے اس کا وعدہ کیا مگر وقت پر صرف اڑھائی ہزار کے لئے تو خیمے لگا دیئے اور اڑھائی ہزار کے لئے شامیانے لگا دیئے ان شامیانوں میں کوئی مہمان نہ ٹھہرا اور نہ کوئی ٹھہر سکتا تھا۔ میں نے سمجھا کہ اب انہیں کچھ کہنا بے فائدہ ہے کیونکہ ڈیڑھ ہزار روپیہ کرایہ ادا کر دیا گیا ہے۔ مسجد میں جو شامیانہ لگا ہے یہ چھوٹا ہے۔ وہ شامیانہ اس سے چار گُنا زیادہ تھا۔ اِس کے معنے تو یہ ہیں کہ مہمان باہر لیٹ جائیں۔ مگر وہ خوش تھے کہ قانونی طور پر انہوں نے میرا منہ بند کر دیا ہے اور میں خاموش تھا اس لئے کہ حیا اور عقل نے میرا منہ بند کر دیا تھا۔ اور میں سمجھتا تھا کہ اب شامیانے تو آ گئے ہیں اور ان کا کرایہ بہرحال ہمیں دینا ہو گا اس لئے اب انہیں کچھ کہنا لاحاصل ہے۔

بہر حال گزشتہ سال پانچ ہزار مہمانوں کے لئے بھی خیموں کی گنجائش نہیں نکل سکی تھی اس لئے اس سال تیس چالیس ہزار مہمانوں کے لئے خیمے مہیا کرنے کا کوئی امکان نہیں۔ پس یہ خیال بھی چھوڑ دیا جائے۔ وہ یہ بتائیں کہ اس قلیل عرصہ میں وہ کتنی عمارتیں کھڑی کر لیں گے۔ اور بتاتے ہوئے یہ یاد رکھیں کہ ان کے ایک افسر نے ناظر اعلیٰ کی موجودگی میں یہ کہا تھا کہ دوسرے کوارٹروں کے بنانے کی بھی اجازت دے دی جائے تا جلسہ سالانہ پر مہمانوں کے ٹھہرانے کی مشکل حل ہو جائے۔ جن کوارٹروں کی اجازت دی گئی ہے اور جن کی دیواریں ابھی تین فٹ اونچی نہیں ہوئیں وہ اگر تیار ہو جائیں تو ان میں ایک ہزار آدمی آ سکتا ہے۔ جو شخص یہ سمجھتا ہو اگر ایک ہزار کی اَور گنجائش پیدا ہو جائے تو تیس ہزار مہمان ٹھہرانے کا بندوبست ہو جائے گا اُس کی تجویز پر غور کر کے وہ کوئی چیز میرے سامنے پیش نہ کریں کیونکہ یہاں ایک دو ہزار کا سوال نہیں یہاں تیس چالیس ہزار کا سوال ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اگر چھپن ہزار روپیہ منظور کر دیں تو دوسرے کوارٹر شروع کر دیئے جائیں تا جلسہ سالانہ پر آنے والے مہمانوں کے ٹھہرائے جانے کا انتظام ہو جائے۔ جن کوارٹروں کی پہلے منظوری دی جا چکی ہے اور جن میں ایک ہزار مہمان ٹھہرائے جا سکتے ہیں وہ تو تین ماہ میں بھی پورے نہیں ہوئے اور ابھی ان کی دیواریں قریباً تین تین فٹ اونچی ہوئی ہیں اور اب دوسرے کوارٹروں کی منظوری کی درخواست کی جاتی ہے جن میں مزید ایک ہزار مہمان ٹھہر سکیں گے۔ جن کا پہلے وہ نقشہ منظور کرائیں گے، پھر کمیٹی سے اجازت حاصل کریں گے پھر انہیں تعمیر کرنا شروع کریں گے، اس طرح مارچ آ جائے گا اور پھر بھی صرف دو ہزار مہمانوں کے ٹھہرائے جانے کا انتظام ہوگا۔

درحقیقت تمام نقائص اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے علوم کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے حساب بنایا ہے، منطق بنائی ہے، عقل بنائی ہے، طب بنائی ہے۔ جب کوئی کام کرو تو اِن ساری چیزوں کو دیکھ لو اور سوچ لو کہ کیا وہ کام طبی طور پر ٹھیک ہے؟ کیا وہ کام حسابی طور پر ٹھیک ہے؟ کیا وہ کام عقلی طور پر ٹھیک ہے؟ کیا وہ کام منطقی طور پر ٹھیک ہے؟ جب وہ سب معیاروں پر پورا اُتر آئے تو اُسے کر لو۔ مثلاً فرض کرو جس افسر نے کہا ہے کہ اگر دوسرے کوارٹروں کی اجازت مل جائے تو مہمانوں کے ٹھہرانے کا انتظام ہو سکتا ہے۔ اِس کی میں تردید کر دوں اور کہہ دوں کہ اتنی جگہ میں تیس ہزار مہمان نہیں آ سکتے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ یہ بات حسابی طور پر یوں ہے عقلی طور پر یوں ہے۔ مثلاً میں نے

اعتراض کیا کہ ایک ہزار مہمانوں کے لئے ان کوارٹروں میں بمشکل گنجائش ہوگی تو وہ ثابت کر دیں کہ چھ انچ میں ایک آدمی سو سکتا ہے۔ اور جب چھ انچ میں ایک آدمی سو سکتا ہے تو یقیناً اٹھارہ ہزار مہمان ایک حصہ میں آجائیں گے اور اٹھارہ ہزار دوسرے حصہ میں آجائیں گے۔ اگر وہ یہ چیز ثابت کر دے تو میری غلطی خود بخود ثابت ہو جائے گی۔ میں شرمندہ ہو جاؤں گا اور میں سمجھوں گا کہ میں غلط اندازہ لگاتا رہا۔ اگر وہ حساب کو مدنظر رکھتے ہوئے بات کریں تو انہیں جرأت پیدا ہو جائے گی کہ ثابت کر دیں کہ ان کا اندازہ صحیح اور درست تھا۔ میں اُسی وقت شرمندہ ہو جاؤں گا اور آئندہ کے لئے محتاط ہو جاؤں گا۔ اور اگر وہ حسابی طور پر ثابت نہ کر سکیں کہ ایک آدمی چھ انچ میں سو سکتا ہے تو ظاہر ہے کہ میرا ہی اندازہ صحیح ہے جو دس فٹ فی آدمی کا اندازہ لگاتا ہوں۔ اور میرے نزدیک تیس ہزار مہمانوں کے ٹھہرانے کے لئے قریباً تین لاکھ ساٹھ ہزار فٹ جگہ کی ضرورت ہوگی۔ اور اس عمارت کے بنانے کے لئے کوئی پندرہ لاکھ اینٹ کی ضرورت ہوگی۔ وہ بتائیں کہ اتنی اینٹیں وہ کتنے عرصہ میں تیار کر لیں گے؟ کتنے عرصہ میں وہ سُوکھیں گی؟ اور کتنے عرصہ میں وہ عمارتیں تیار کریں گے؟ اور جلسہ کس تاریخ کو ہوگا؟ مگر دوسرے دوست تیار رہیں کہ اگر یہی فیصلہ ہو کہ جلسہ دسمبر میں ہی ہوگا تو ان میں سے ہر شخص تمام کام چھوڑ کر اس کام کو کرے اور اسے جلسہ سے قبل ختم کرنے کی کوشش کرے۔

نوجوانوں کو میں مختصراً بتاتا ہوں کہ جتنے کام ہوتے ہیں وہ عقل سے ہوتے ہیں۔ ہر کام میں عقل استعمال کرنی چاہیے۔ جب کوئی بات کرو اُسے عقل، منطق اور حساب پر تولو۔ یہ تینوں گُر ایسے ہیں جن پر عمل کرنے سے ہزاروں بیوقوفیاں کُھل جاتی ہیں۔ جب ایک شخص حساب لگا کر کوئی بات کرتا ہے تو شرمندہ نہیں ہوتا۔ مثلاً آجکل بعض لوگ فخر میں آکر کہہ دیتے ہیں کہ فلاں جگہ پر جلسہ ہوا جس میں اتنے لاکھ آدمی اکٹھے ہوئے۔ مثلاً امرتسر کی مسجد خیر دین کے متعلق عام طور پر اخبارات میں چھپا کرتا تھا کہ وہاں جلسہ ہوا اور اُس میں پچاس ساٹھ ہزار آدمی جمع ہوئے۔ حالانکہ جہاں تک میں نے سنا ہے مسجد خیر دین میں دو تین ہزار آدمی کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہے۔ بلکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ ہماری بڑی مسجد سے بھی چھوٹی ہے۔ پس حسابی طور پر اگر کوئی یہ بات سُنے گا تو وہ یہی کہے گا کہ خواہ ایک آدمی پر دوسرا بھی بٹھا دیا جائے تب بھی اتنے لوگ وہاں نہیں آسکتے تھے۔ یا مثلاً بعض احمدی کہہ دیتے ہیں کہ ہماری جماعت کی تعداد دس لاکھ ہے حالانکہ اگر دس لاکھ کی جماعت ہو تو پھر اتنا کم چندہ کیوں ہو۔ موجودہ چندہ کا اندازہ لگایا جائے تو کیا سارے احمدی ایک روپیہ فی کس چندہ دیتے ہیں؟ موجودہ بجٹ

کے لحاظ سے تو جماعت زیادہ نہیں بنتی۔ کیونکہ غریب سے غریب اور نہ کمانے والے کو بھی نکال لیا جائے تو پانچ روپے فی کس اوسط تو ہونی چاہیے۔ یعنی پانچ روپے فی کمانے والے کے لحاظ سے۔ آخر وہ بھی ہیں جو دو دو ہزار چندہ دیتے ہیں۔ دس لاکھ میں سے دو لاکھ نادہند سمجھ لو اور دو لاکھ غریب اور نہ کمانے والے تب بھی ڈیڑھ لاکھ کمانے والا رہ جاتا ہے۔ اور اس لحاظ سے بھی موجودہ چندہ سے بہت زیادہ چندہ ہونا چاہیے۔ میرے نزدیک تم اگر ہندوستان کے احمدیوں کو بھی گن لو تو تین لاکھ کی تعداد سے زیادہ نیم براعظم ہند میں احمدی نہیں ہیں۔ بیرونی دنیا کے احمدیوں کو ملا کر چار پانچ لاکھ ہوتے ہیں۔ مگر مبالغہ کی یہ حالت ہے کہ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں ہماری تعداد تیس لاکھ ہے۔ اگر میں جماعت کو تعداد بڑھا چڑھا کر بیان کرنے سے نہ روکتا تو غالباً اب تک ہم دو تین کروڑ بن جاتے۔ لوگ تبلیغ کی بجائے کچھ عرصہ بعد پہلی تعداد میں ایک ہندسہ زائد کر دیتے ہیں اور خوش ہو جاتے ہیں۔ یہ بڑی ہی آسان بات ہے۔ نہ وفاتِ مسیح کا مسئلہ سمجھانا پڑا اور نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ سمجھانا پڑا صرف ایک کو دو بنا دیا یا دس بنا دیا۔ اسی طرح جماعت کو بڑھاتے چلے گئے۔ جماعت بھی بڑھتی گئی اور تبلیغ کرنے سے بھی بچ گئے۔ لیکن اگر یہ لوگ یہ غور کر کے کہ اگر اِسی طرح تعداد بڑھائی تو غیر احمدی حساب لگا کر اعتراض کریں گے کہ اگر تمہاری یہ تعداد اور یہ چندہ ہے تو پھر تم کونسی بڑی قربانی کر رہے ہو۔ تو یہ لوگ اِس طرح تعداد بڑھا چڑھا کر کبھی بیان نہ کرتے۔ تعداد بڑھا چڑھا کر دکھانے والے کو یہ پتا نہیں لگتا کہ غلط بیانی کر کے میں اپنی جڑیں کاٹ رہا ہوں اور اپنی جماعت کو مُردہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ حالانکہ واقع یہ ہے کہ ہماری جماعت بڑی قربانی کر رہی ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ میں آپ لوگوں کی کوتاہیوں کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہوں۔ لیکن وہ کونسی جماعت ہے جو تمام قسم کے ٹیکس اور سرکاری چندے ادا کرنے کے بعد بھی پانچ سات روپے فی کس چندہ دیتی ہو۔ بلکہ تحریک جدید کے چندوں کو اگر ملا لیا جائے تو آٹھ نو روپے فی کس چندہ بن جاتا ہے (یا دوسرے معنوں میں تیس چالیس روپے فی کس کمانے والا) باقی مسلمان پاکستان میں اگر چار کروڑ فرض کئے جائیں تو اس حساب سے ان کا سالانہ چندہ ایک ارب بیس کروڑ سے ایک ارب ساٹھ کروڑ تک ہونا چاہئے۔ یعنی حکومتِ پاکستان کی مجموعی آمد سے بھی زیادہ۔ اور سارے ہندوستان کے مسلمانوں کو ملا لیا جائے تو ہندوستان کے مسلمانوں کا چندہ تین ارب بیس کروڑ ہونا چاہیے۔ یعنی ہندوستان کی حکومت کی آمد کے برابر۔ لیکن مسلمانوں کی جتنی انجمنیں یا خیراتی ادارے ہیں اُن کی مجموعی آمد تین کروڑ سے کسی صورت میں زیادہ نہیں۔ جس کے

یہ معنے ہیں کہ ہر احمدی دوسرے غیر احمدی سے سَو گنے زیادہ قربانی کر رہا ہے۔ یہ کس قدر شاندار قربانی ہے۔ مگر یہ شاندار قربانی اِسی صورت میں نظر آ سکتی ہے کہ اگر تم اپنی تعداد صحیح بتاؤ۔ جتنی تعداد تم مبالغہ سے زیادہ کرو گے اُتنی ہی تمہاری قربانی چھوٹی ہوتی چلی جائے گی۔

پس اس میں ہمارا فائدہ ہے کہ ہم اپنی تعداد کو کم بتائیں۔ جب ہم کہتے ہیں کہ ہم سارے ہندوستان میں تین چار لاکھ ہیں تو ہم دوسرے لفظوں میں یہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ ہم دوسروں سے بہت زیادہ قربانی کرنے والے ہیں۔ لیکن جب ہم کہتے ہیں کہ ہم بیس تیس لاکھ ہیں تو ایک طرف ہم غلط بیانی کرتے ہیں اور دوسری طرف ہم یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہماری قربانیاں کوئی ایسی شاندار نہیں ہیں۔ سوچو تو سہی۔ تھوڑے ہونا اور اعلیٰ مقام پر ہونا اچھا ہے یا یہ اچھا ہے کہ ہم زیادہ ہوں اور قربانی میں کمزور؟ یہ صاف بات ہے کہ یہی مقام اچھا ہے ہم تھوڑے ہوں اور زیادہ قربانیاں کرنے والے ہوں۔ بلکہ حق یہ ہے کہ اگر جھوٹ اور بے ایمانی کا سوال نہ ہو تو ایسے لوگوں کو یہ کہنا چاہیے کہ ہماری تعداد ایک لاکھ ہے اور ہم چندہ پندرہ لاکھ دیتے ہیں۔ یہ قول زیادہ شاندار ہوگا۔ مگر چونکہ یہ بھی جھوٹ ہوگا اس لئے ناجائز ہوگا۔ غرض ہر بات جو کہو اُسے حسابی طور پر پرکھ کر کہو۔ پھر تمہارا عمل بھی ترقی کرے گا اور تمہارے کاموں میں برکت ہوگی اور غلطیاں کرنے سے تم بچ جاؤ گے۔''

خطبہ ثانیہ کے بعد فرمایا:

''ایک بات اس سلسلہ میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ بعض کارکنوں نے کہا ہے آپ بعض دفعہ نظارتوں کو ڈانٹتے ہیں تو باہر کی جماعتیں ان کا تمسخر اُڑاتی ہیں۔ اِس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ تم ٹھیک کام کرو۔ اگر تم ٹھیک کام کرو گے تو میں کیوں تمہاری غلطیاں بیان کروں گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ میں صرف تمہاری اصلاح کے لئے تمہیں ڈانٹتا ہوں۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مجھے خدا تعالیٰ نے خلیفہ مقرر کیا ہے اور تمہیں میں نے افسر مقرر کیا ہے اور جو خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے خلیفہ کے مقرر کردہ افسروں پر اِس بناء پر کہ بعض دفعہ اُن کی کوتاہیوں پر خلیفہ اُنہیں ڈانٹتا ہے تمسخر اُڑاتا ہے تو خواہ وہ امیر ہے یا کوئی اَور عہدیدار وہ منافق ہے اور تم مومن ہو۔ اس لئے تمہیں منافقوں کی باتوں سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ لیکن اصل بات یہی ہے کہ تم بھی اپنی اصلاح کرو تا تمہاری اصلاح سے دوسروں کی بھی اصلاح ہو۔''

(الفضل مورخہ 11 مارچ 1951ء)